رئیس احمد جعفری

تاثرات

استاد اور شاگرد

عہد جدید کی فتنہ سامانیوں میں استاد اور شاگرد کی آویزش اور کشمکش ایک مستقل صورت اختیار کر چکی ہے۔

جدید تہذیب نے ہمیں بہت سی نعمتیں دی ہیں۔ بہت سی سہولتیں عطا کی ہیں۔ زندگی کو بہت زیادہ آسان بنا دیا ہے۔ انسان کے جلال و جبروت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے۔ وہ زمین کی تہہ میں پہنچتا، اور آسمان کی بلندیوں کو ناپتا ہے۔ وہ کشش ارض کا قانون توڑ دیتا ہے، اور نجوم و کواکب کا ہم سفر بن جاتا ہے۔ اس کی ترقیاں صرف پہنائے ارض سے تعلق نہیں رکھتیں وسعت فلک بھی اس کی زد میں ہے۔ لیکن بقول اقبال؛

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا کا سفر کر نہ سکا

انسان کی یہ ساری ترقیاں انسانیت کے زوال و انحطاط کی آئینہ دار ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ہر چیز مادی نقطۂ نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ ان کے اقدار، اور اخلاقیات کی چنداں پروا نہیں کی جاتی۔ حالانکہ انسانیت کی اصل و اساس یہی چیزیں ہیں۔ مادی ترقیاں، مادی وسائل اور مادی کامرانیاں اگر کوئی حیثیت رکھتی بھی ہیں تو صرف ثانوی۔

انسان کی انسانیت جس چیز سے ابھرتی ہے وہ ایک اور صرف ایک چیز ہے —— علم!

ہمارے مذہب نے بھی جس چیز پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ وہ بھی علم ہی ہے۔ علم کے بغیر نہ انسان کی ذہنی سطح ابھر سکتی ہے نہ اس کے افکار و خیالات میں پختگی آسکتی ہے نہ وہ اپنے ہم جنسوں کا چارہ گر بن سکتا ہے، نہ اس کی روح میں رعنائی اور تابندگی آسکتی ہے۔ نہ اس کے اخلاقیات میں رفعت پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان اگر علم سے کورا ہے تو وہ کچھ بھی نہیں ہے —— ہر چند کہیں ہے، نہیں ہے!

علم اور انسان جب اس طرح لازم و ملزوم ہیں تو ضروری اور لابدی ہے کہ تحصیلِ علم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا جائے۔

ایک علم تو وہ تھا جو مسجدوں، مکتبوں، حجروں، اور خانقاہوں میں حاصل کیا جاتا تھا۔ نہ استاد تنخواہ کا متقاضی تھا، نہ "گریڈ"، "پنشن" اور دوسری سہولتوں کا جویا تھا۔ نہ اس کے ہاں درجہ بندی کا کوئی خاص نظام تھا۔ نہ امتحانات کے لیے بورڈ بنتے تھے۔ نہ ان کی طرف سے سرٹیفکیٹ جاری ہو جاتے تھے۔ اس طرح طالب علم، نانِ جویں پر گزارا کرتا تھا، نہ اسے کوئی فیس دینا پڑتی تھی۔ نہ کسی طرح کا مخصوص لباس استعمال کرنا پڑتا تھا۔ استاد کی دی ہوئی ذاتی سند اس کے لیے طرۂ افتخار تھی۔ اور اس سند سے محرومی پر اسٹرائک، ہڑتال، بائیکاٹ، مارپیٹ، آتش زنی، بلوے، اور ہنگامے سے کسی طرح کا سروکار رکھنے کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

لیکن زمانہ بدلا، قدریں بدلیں، حالات بدلے۔

استاد اور شاگرد کا وہ روحانی رشتہ ختم ہو گیا جس نے دونوں میں نہ ٹوٹنے والا ربط پیدا کر دیا تھا۔ صرف کاروباری قسم کے تعلقات رہ گئے۔

کاروباری تعلقات کی بنیاد مطالبے پر، اور حق مانگنے پر قائم ہوتی ہے۔ کچھ حقوق ہیں جو طلبا نے اپنے لیے فرض کر لیے ہیں۔ کچھ حقوق ہیں جو اساتذہ نے اپنے لیے مخصوص

کر لیے ہیں۔ کچھ حقوق ہیں حکومت نے اپنے لیے جن کے "جملہ حقوق محفوظ" کر لیے ہیں۔ گویا تین فریق ہیں، اور تینوں میں سے ہر ایک اس فکر میں ہے کہ اس کا حق نہ مارا جائے۔ اس لیے کہ وہ حق پر ہے۔ حق سے قطع نظر فرض کیا ہے، اسے سوچنے اور اس پر غور کرنے کی توفیق کم لوگوں کو ملتی ہے۔ اگر حق سے زیادہ زور فرض پر دیا جائے تو سارے ہنگامے اور خرخشے آن کی آن میں ختم ہو سکتے ہیں بلکہ پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ لیکن بدقسمتی سے فرض کو چنداں اہمیت نہیں دی جاتی۔ صرف حق مانگنے پر ڈٹا رہنا ہی بہت بڑا کارنامہ سمجھ لیا گیا ہے۔

طلبا ہیں، وہ طلب علم پر اتنی توجہ نہیں کرتے، جتنی طلب حقوق پر۔ اساتذہ ہیں، وہ اپنے علم کی تبلیغ

مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے۔ ٹھکانے لگا دے اسے

کہہ کر نہیں کرتے۔ وہ بھی اپنے حقوق کی ایک فہرست رکھتے ہیں۔ گویا فرض ان کے نزدیک بھی اتنا اہم نہیں ہے جتنا حقوق کا طلب کرنا۔ حکومت ہے، وہ جس نظام تعلیم کو اپنائے ہوئے ہے، اس میں فرائض کم ہیں، حقوق زیادہ۔ اس صورت احوال کا نتیجہ یہ ہے کہ طلبا میں اور اساتذہ میں کش مکش اور نزاع برپا ہوتی ہے، اور بعض وقت تو چاقو اور خنجر تک نکل آتے ہیں۔ طلبا، اساتذہ اور حکومت میں بھی کش مکش ہوتی ہے۔ اور اس کش مکش کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہڑتال، اسٹرائک، ہنگامے، اور بلوے شروع ہو جاتے ہیں۔

ان فتنہ سامانیوں میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ روپیہ ضائع ہوتا ہے۔ عمر عزیز ضایع ہوتی ہے۔ اور علم کا معیار پست سے پست تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ دوسرے ہم پر ہنستے ہیں۔ اور ہم انھیں ہنسنے کا موقع دیتے ہیں۔

یہ صورت احوال ختم ہونی چاہیے۔ لیکن کس طرح؟

ضرورت ہے کہ ایسے افراد پر مشتمل ایک کمیشن مقرر کیا جائے جو سب کے نزدیک مکرّم

اور معزز ہوں، اور یہ کمیشن حقوق اور فرائض کی تعیین کرے۔ حکومت کی طرف سے زیادہ فراخ دلانہ اور ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے، اور ایک ایسا نظام اخلاق مرتب کر لیا جائے کہ نہ حکومت کو کبھی فریق مخالف سمجھا جائے، نہ اساتذہ اور طلباء میں کسی طرح کی آویزش اور کشمکش ہو۔ نہ اساتذہ، طلباء اور حکومت کے مابین غلط فہمیاں واقع ہوں۔ بغیر اس کے ہماری تعلیمی مشینری ناکارہ ہو کر رہ جائے گی۔ اور نئی نسل علم سے محروم ہو جائے گی جو بہت بڑا المیہ ہوگا۔